شیخ عبدالغفار اثر، ایم۔اے

معیشت و اقتصادیات — اسلامی نظریہ

ہماری موجودہ حکومت جب سے برسراقتدار آئی ہے۔ اس وقت سے کھلم کھلا سوشلزم مارکسزم اور کمیونزم کی باتیں ہونے لگی ہیں۔ اکثر وزراء جہاں برائے وزن بیت اسلام کی بات کرتے ہیں۔ وہاں سوشلزم کا بھی نام لے کر اس کی تائید و حمایت کرتے ہیں۔ اگر کسی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اسلامی سوشلزم کا غیر فطری بلکہ متضاد پیوند لگا دیتے ہیں۔ اب تو حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ برسرِ اقتدار جماعت نے اپنے کارکنوں کی تربیت کے لیے سائنٹیفک سوشلزم کی باقاعدہ ورکشاپ قائم کر دی ہے جو زیر تربیت کارکنوں کو سوشلزم اور کمیونزم کا فلسفہ سمجھائے گی۔ کچھ وزراء تو صاف سوشلسٹ بلکہ کمیونسٹ ہیں۔ اور بہ صمیم قلب پاکستان سے اسلام کو فرسودہ قرار دے کر مٹا دینا چاہتے ہیں۔

دوسری طرف ہماری حکومت نے آئین کی رو سے پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا ہے۔ اور تمام منافیٔ اسلام قوانین کو ختم کر دینے کا اعلان بھی کر رکھا ہے۔ افسوس کہ اس قول و فعل کے تضاد سے ملتِ اسلامیہ پاکستان انتہائی پستی تک پہنچ چکی ہے۔

سوشلزم اور کمیونزم کا بظاہر دلفریب نعرہ مساوات اور سرمایہ داری کی مخالفت ہے۔ اس صحبت میں ہم یہ بتانا* چاہتے ہیں کہ اسلام جہاں دنیا بھر کے تمام مسائل و معاملات میں انسانیت کی مکمل رہنمائی کرتا ہے وہاں عہد حاضر کے اس "تازہ خدا" کی بھی بت شکنی کرتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں کہ اسلامی معاشرہ کی بنیاد کا پہلا پتھر ہی انسانی گروہوں میں ناواجب تفریق اور اقتصادی ناہمواری کو ختم کرنا ہے۔

عہد حاضر میں معیشت یعنی زراندوزی۔ مالی فراوانی۔ اقتصادی خوشحالی اور امارت کے حصول کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے۔ کہ یہ ایک مستقل فن اور مستقل علم قرار دے دیا گیا ہے۔ جو سکولوں و کالجوں اور یونیورسٹیوں میں آخری درجہ تک پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔ جسے اکنامکس (Economics ——) کہا جاتا ہے حکومتیں اقتصادیات کے بڑے بڑے منصوبے اور ذرائع آمدن ایجاد کرتی ہیں۔ تجارت، درآمد و برآمد، زرعی تجربے، اعلیٰ پیداوار کے لیے جدید

آلات و ذرائع کا استعمال - ارضی پوشیدہ دھاتوں اور مدفون خزانوں کی دریافت بنکنگ، انشورنس، صنعتی کارخانے، غرضیکہ مال و زر حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا - مختصر یوں سمجھیئے کہ عہد حاضر کی غیر اسلامی تہذیب اس امر کی متقاضی ہے کہ ہر انسان انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر زیادہ سے زیادہ روپیہ کمائے - ظاہر ہے جب نظریہ دولت ہی پیدا کرنا ہو گا - تو اس میں ناجائز و جائز کی تمیز ہو گی نہ ذخیرہ اندوزی کو برا سمجھا جائے گا - نہ ہی ملاوٹ سے اجتناب کیا جائے گا اور نہ ہی مہنگائی کو معیوب گردانا جائے گا - بلکہ اپنے ملک سے کھانے پینے تک کی چیزوں کو غریبوں سے بچا کر دشمنوں کے ہاتھ مہنگے داموں فروخت کرنا بھی معیوب نہ سمجھا جائیگا - یہ ہے یورپ کے سامراجی اور سرمایہ دار ممالک کا طریق کار!

اب ذرا روسی سوشلزم کے پرستاروں کا حال سنیئے - وہ بھی غربا کے ہاتھوں ان کی محنت کی کمائی کو چھین کر حکومت کے خزانہ میں جمع کرا دینے کے بعد حکمران کو ہی مستفید کرتا ہے - اس پر طرہ یہ کہ اگر کسی غریب نے آہ کی یا زبان تنقید وا کی تو اسے گولی کا نشانہ بنا دیا جائے گا - رہنے کے لیے سائبیریا جیل نما کوارٹر بنا دیئے گئے ہیں - دو وقت کی معمولی غذا کے لیے راشن کارڈ بھی بنا دیئے گئے ہیں جو عورت و مرد یکساں شب و روز کام کریں گے وہ تو راشن حاصل کر سکیں گے ورنہ دائم المریضوں، اپاہج لوگوں - محتاجوں، معذوروں اور ضعیف العمر بزرگوں کو موت کی نیند ہی سلا دینا بہتر تصور کیا جاتا ہے -

---

اس کے برعکس اب ذرا مسلم سوسائٹی کا نظام اقتصاد ملاحظہ فرمایئے :-

---

قرآن و اسلام اور پیغمبر اسلام کا نقطہ نظر اس بارہ میں یہ ہے کہ تم اپنی دولت جو تم نے خواہ کتنی ہی محنت سے کمائی ہو اور اپنی آمدن خواہ قلیل ہی ہو دوسروں پر خرچ کر دینے میں ذرا بھر بھی بخل سے کام نہ لو - اور جسقدر ہو سکے دوسروں پر خرچ کرو - کبھی زکوٰۃ کے نام پر، کبھی صدقات کی مد میں، کبھی خیرات کے طور پر غربا اور مستحقین کو نہایت باعزت طور پر پیش کرو - اسلام نے بار بار قربانی - ایثار اور انفاق فی سبیل اللہ کی تحریص دلائی بلکہ اسے ذریعہ سربلندی، ذریعہ نجات، ذریعہ صحت و سلامتی اور ذریعہ تحصیل امن و سکون قرار دیا - اسی طرح پیداوار میں عشر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ فطرانہ - عقیقہ - ولیمہ - دعوت - تحائف - ہدایا اور اسی قبیل کی دیگر تقریبات کو ثواب عظیم قرار دیا - کہیں مہمان نوازی پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کیے - کہیں قیدیوں کی رہائی، غریبوں کی پرورش، ہمسائیوں کی نگہداشت، خویشی و اقارب کی مالی امداد، والدین کی خدمت - اولاد کی پرورش - ضعفا کی اعانت - محتاجوں کی امداد - یتیموں کی استعانت بیوگان کی خبرگیری - غرضیکہ سوسائٹی کے ہر شعبہ میں ضرورت مندوں کی دستگیری کے لیئے زر و مال خرچ کرنے پر زور دیا گیا ہے - اور مال کی تقسیم در تقسیم کا حکم دیا، انتہا یہ کہ فرمایا :

وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرۃ)

اے پیغمبرؐ! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ خیرات میں کتنا خرچ کریں، آپ فرما دیجئے کہ جتنا ضرورت سے زائد ہے سب خرچ کر ڈالو۔

اس سے ایک قدم اور آگے بڑھائیے تو آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ملے گی۔

اِنَّ لِکُلِّ اُمَّۃٍ فِتْنَۃً وَّفِتْنَۃُ اُمَّتِی الْمَالُ (مشکوٰۃ)

ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے۔ میری امت کا فتنہ مال ہے۔

اسی لیے حضرت فاروق اعظمؓ نے جب مسجد نبوی کے صحن میں قیصر و کسریٰ کے مفتوحہ خزانوں کے انبار دیکھے تو آبدیدہ ہو گئے فرمایا، کہ یہ مال فتنہ عظیم لے کر آیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے خود اپنی آل اولاد کے لیے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا

اے اللہ! میری اولاد کا رزق۔ ضرورت سے زائد نہ ہو۔

ایک اور موقعہ پہ قرآن کریم نے معاشرہ کے ضرورت مندوں پہ خرچ کرنے کی ان الفاظ میں تحریص دلائی ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ۔ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (البقرۃ)

کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے قرضہ اچھا۔ پھر خدا اس کو بڑھا کر بہت زیادہ کر دے (خرچ کرنے سے غربت کا خوف نہ کرو) تنگی اور فراخی خدا ہی کے قبضہ میں ہے (اس دنیوی چند روزہ زندگی کے بعد) خدا ہی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے (جہاں یہ قرض ادا کر دیا جائے گا)

جب یہ آیت مبارک نازل ہوئی تو صحابہ کبار نے بہترین مال و اسباب، کھیتیاں، باغات، چشمے اور پھل دار درخت خدا کی راہ میں ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے۔ ایک انصاریؓ نے اپنے نہایت وسیع و عریض باغ جس میں کھجور کے چھ سو درخت تھے، اور اہل و عیال کی رہائش گاہ بھی تھی، باغ کے دروازے پہ کھڑے ہو کر آواز دی کہ اے میرے اہل و عیال! اس باغ سے باہر نکل آؤ کہ میں نے اسے خداوند قدوس کی راہ میں دے دیا ہے۔ اب اس پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔

یہاں تک تو رضاکارانہ طور پہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی صرف تحریص تھی لیکن سورۂ آل عمران میں خداوند قدوس نے فرمایا۔ کہ نیکی کی تکمیل اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک تم اپنی محبوب ترین متاع حیات بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر ڈالو چنانچہ فرمایا،

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

(اے مسلمانو!) تم (مکمل) نیکی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی محبوب ترین چیز کو (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو۔

اس آیت کے نزول پر ہی صحابہ کرامؓ نے اپنی محبوب ترین املاک، گھوڑے، اونٹ، بکریاں، باغات شیریں چشمے، غلام باندیاں، معاشرہ میں مفت تقسیم کر دیں۔

ایک اور موقعہ پر انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے نہایت شاندار الفاظ میں جنت کی خوشخبری دی،

چنانچہ فرمایا:

وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (آل عمران)

اور دوڑو اس بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ اور دوڑو اس جنت کی طرف جس کا پھیلاؤ سارے آسمان اور زمین ہیں۔ جو ایسے متقی لوگوں کے لیے تیار رکھی گئی ہے۔ جو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ تنگی میں بھی اور فراخی میں بھی۔

اور یہ جو قرآن میں بار بار "وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" کہا گیا ہے، ان سب کا مطلب یہی ہے کہ مال و زر کو ضرورت مندوں اور معاشرہ کے نچلے طبقہ پر خرچ کرو۔ اور پھر یہ کہ جب خرچ کرو تو خبردار اس کا عام اعلان نہ کرو نہ ہی احسان جتاؤ ورنہ تمہاری ساری داد و دہش اور اس کا ثواب ضائع ہو جائے گا۔ بلکہ پوشیدہ خرچ کرنا کئی گناہ زیادہ ثواب کا باعث قرار دیا گیا۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ کہ اوپر کا ہاتھ یعنی دینے والا نیچے کے ہاتھ سے افضل و اعلیٰ ہے۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت مندوں کو قرض حسنہ دینے کے سبب فضائل ذکر فرمائے تو صحابہ کرام بقدر ضرورت ایک دوسرے کو قرض دے دیتے تھے۔ کیونکہ قرضہ حسنہ بھی مالی استعانت کی ایک خوددارانہ قسم ہے۔ جو معاشرتی زندگی میں بالعموم ناگزیر ہے۔ افسوس کہ موجودہ مادی دور میں قرض حسنہ کا دستور ہی ختم ہو رہا ہے۔

خالق کائنات دراصل ایک ایسا معاشرہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جس میں زیادہ سے زیادہ رضاکارانہ مالی مساوات یکسانیت۔ اخوت۔ ہمدردی۔ ایثار۔ قربانی۔ اور انسانوں میں انتہا خشیت اور تقویٰ پیدا ہو۔ وہ خرچ کر کے بھی ڈرتے رہیں۔ کہ شائد ہماری ناچیز قربانیاں قبول بھی ہو رہی ہیں۔ یا نہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر کسی کا ہمسایہ رات کو بھوکا سویا اور تم شکم شیریں سیر ہو کر خواب شیریں کے مزے لیتے رہے تو تمہارا یہ اسلام خدا کی نظروں کے نزدیک مطبوع مقبول نہیں ہو گا۔ اور تمہاری عبادات کسی کام نہ آئیں گی۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنی عبادات، اپنی داد و دہش، اپنی

فیاضی اور ایثار پر اترانے لگو اور مطمئن ہو جاؤ کہ بس اب تمہیں جنت کا پاسپورٹ مل گیا ہے ۔ بلکہ خرچ بھی کرو ۔ اور عاجزی سے خدا سے ڈرتے بھی رہو ایسا نہ ہو کہ تم خرچ کر کے معاشرہ کو ذلیل سمجھنے لگو ۔ چنانچہ فرمایا :۔

قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا (کہف)	اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ ہم تم کو ایسے آدمی بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارہ والے ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں دنیا میں ضائع ہو گئیں ۔ اور یہ سمجھتے رہے، ہم اچھے کام کر رہے ہیں

ہر ایک معاشرہ میں اعلےٰ و ادنےٰ ، امیر و غریب اور سائل و محروم ہوتے ہیں ۔ لہذا ہر شخص اس بات کا مکلف ہے کہ اپنے سے کمتر اور رونا دار لوگوں کی پرورش کرے اگر بخل سے کام لے گا تو خدا کے غضب کا مستوجب ہو گا ۔

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (ذاریات)	اور ان کے مال میں سوال کرنے والے کا (اور) سوال نہ کرنے والے) نادار کا حق ہے ۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح بتدریج انفاق کے احکامات بڑھ رہے ہیں ۔ رضاکارانہ طور پر تحریص و ترغیب کے بعد اب اسے ضرورت مندوں کا حق قرار دیا ۔ اس کے بعد فرمایا :

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ۔ ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ،	اور وہ لوگ جو سونے چاندی کو جمع کرتے ہیں ۔ اور اسے اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے پس آپ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے ۔ جس روز اس سونے چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا ۔ پھر اس سے ان کے ماتھوں پر ، ان کی پسلیوں پر اور ان کی پیٹھوں پر داغ دیئے جاویں گے ۔ اور کہا جائے گا) یہ وہی چیز ہے جسے تم نے اپنی جانوں کے لیے جمع کیا تھا ۔ پس جو کچھ تم نے جمع کیا تھا ، اس کا مزہ چکھو :

اب ان لوگوں کے حق میں وعید فرمائی جو جاہ و جلال اور مال و منال میں کھیلتے ، امارت کے مزے لیتے وسیع کارخانوں اعلےٰ باغات چشموں کھیتوں کے مالک صنعتی اداروں کے ناظم سر بفلک عمارات کے مکین ہیں ۔ لیکن اپنی دولت کے نشے میں اپنی دولت کی تقسیم پسند نہیں کرتے بلکہ دن بدن زینت و تفاخر میں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں ۔ اور امارت کی وجہ سے ہم سے غافل ہو گئے ہیں ۔ فرمایا :

ولا تعد عیناک عنھم ترید زینۃ	(اے پیغمبر) تمہاری نگاہیں اور طرف نہ دوڑیں کہ تم

الحیوٰۃ الدنیا ۚ ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھوٰہ وکان امرہ فرطا (کہف)

آرائش زندگانی دنیا کے خواستگار ہو جاؤ۔ اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا۔ اس کا کہنا نہ مانیے!

دراصل اسلام کی معیشت کا محور و مرکزی خیال یہ ہے کہ دولت کو ایک جگہ ساکن و غیر متحرک نہ رہنے دیا جائے۔ بلکہ معاشرہ میں گردش کرتی رہے۔ تاکہ کوئی شخص اتنا بڑا دکبیر نہ بن سکے کہ نشۂ دولت میں سرشار ہو کر فرعون کی طرح انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگانے لگے۔ یا اس قدر فراوانی میں گھر جائے کہ اپنے محلات و باغات اور تفاخر دنیوی میں مستغرق ہو کر ملت کے ضعفا اور مستحق طبقہ کو فراموش کر بیٹھے اور اس طرح نہ صرف اپنے لیے جہنم خرید لے بلکہ ملک میں فتنہ و فساد پھیلائے۔ اپنی جتھہ بندی، عیاشی، فخر و غرور اور کبر و نخوت سے اخلاقی قدروں کو پامال کرنے لگے۔ اور دوسرا مرکزی خیال یہ ہے کہ دولت کو اگر حاصل کر لے تو اسے متاع عزیز نہ سمجھ بیٹھے بلکہ نہایت حقیر۔ ذلیل۔ خطرناک اور زہر ہلاہل اور آگ کی طرح مہلک سمجھ کر اس سے ہر دم خبردار رہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار اپنے پاکباز صحابہ کے ہمراہ بازار سے گذر رہے تھے۔ ایک کونہ میں کتے کا متعفن مردہ بچہ گلا سڑا پڑا تھا۔ فرمایا تم میں سے کون اس کا طالب ہو سکتا ہے؟ صحابہ نے فرمایا حضور اسے کون عقلمند حاصل کرنے کی تمنا کر سکتا ہے۔ فرمایا کہ دنیا کی مثال اس گلے سڑے متعفن کتے کے بچے سے بھی بدتر ہے۔ خود خداوند قدوس نے فرمایا کہ اگر اللہ کے نزدیک زر و مال اور مال و منال کی قدر و منزلت ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی۔ تو کافروں اور منکروں کو ایک گھونٹ پانی بھی میسر نہ آتا۔ غالباً اسی لیے ایک موقعہ پر قرآن کریم کی طرف سے خرچ نہ کرنے والوں کو ہلاکت کی وعید آئی ہے، فرمایا:

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین (بقرہ)

(اے لوگو!) اللہ کے راستہ میں خرچ کیا کرو۔ اور (نہ خرچ کر کے) اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں نہ ڈالو۔ اور خرچ اچھی طرح کیا کرو۔ بیشک حق تعالےٰ محبوب رکھتے ہیں اچھی طرح خرچ کرنے والوں کو!

اس سورہ بقرہ میں خرچ کرنے کو موثر طریق پر بیان کرنے کے لیے خالق کائنات نے اہل ایمان کو موت یاد دلائی جس کے بعد تم اس عظیم نیکی سے محروم ہو جاؤ گے، لہٰذا زندگی کو غنیمت جانو اور بڑھ چڑھ کر دولت کو تقسیم کرو، فرمایا:

یایھا الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی

اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید ہو سکتی ہے نہ

یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ (البقرہ)　　فروخت نہ دوستی ہوگی، نہ کسی کی اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش ہوگی

احادیث میں اعمال اور اس پر ثواب کے مختلف مدارج کی تفصیل آئی ہے۔ بالعموم نیک کام پر ثواب ملتا ہے۔ بعض کاموں پر دوگنا، بعض پر دس گنا، اور بعض پر سو گنا بھی ثواب کا وعدہ ہے لیکن اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر خداوند قدوس نے سات سو گنا تک ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے بلکہ بعض مقامات پر اخلاص کے لحاظ سے اس تعداد کی حد و قیود کو توڑ کر بغیر حساب کی دستِ عطا فرما دی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم۔

جو لوگ اللہ کے راستہ میں یعنی خیر کے کاموں میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک دانہ ہو جس میں سات بالیں اگی ہوں۔ اور ہر بال میں سو دانے ہوں تو ایک دانہ سے سات سو دانے مل گئے۔ اور اللہ جل شانہ جسے چاہیں (اس سے بھی) زیادہ عطا فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں۔ اور خرچ کرنے والے کی نیت بھی جانتے ہیں۔

اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ بخیلی سے پناہ مانگی ہے۔ اور امت کو اس خیر کثیر کی طرف دعوت دی ہے۔ جو غنائے قلب، ایثار، سیر چشمی، فیاضی، اور جود و عطا سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

اور پھر یہ کہ یہ خرچ کرنے اور دوسروں تک اپنی چیزیں پہنچانے کی دعوت صرف امراء تک محدود نہیں۔ بلکہ ہر شخص کو بقدرِ استطاعت دینے کی تلقین فرمائی۔ یہاں تک کہا کہ کھجور کا ایک چھلکا ہی دے کر دوزخ کی آگ سے بچ جاؤ، اپنے شوربے میں پانی ہی زیادہ ڈال دو تاکہ تمہارا قریب ہمسایہ اس کھانے میں شریک ہو سکے۔ اسی جذبے کے پیشِ نظر صحابہؓ ضرورت کے وقت دل کھول کر چندے دیتے۔ جناب فاروقِ اعظمؓ نے گھر کا نصف اثاثہ پیش کر دیا۔ اور جناب صدیقؓ نے تو سارا ہی گھر لٹا دیا۔ اور اسی موقعہ پر ایک تہی دست صحابیؓ بازاروں میں ندائیں اور صدائیں دیتا رہا کہ کون ہے جو اسے اتنی کھجوروں کے عوض مزدور رکھ لے۔ ایک یہودی سے رات بھر اس کے باغ کو پانی مہیا کرنے کے عوض متعین وزن کھجوروں پر سودا طے ہو گیا۔ یہ صحابی رات بھر کنوئیں سے پانی کے ڈول کھینچتا رہا۔ صبح کو محسنِ کائنات کی خدمت میں حاضر ہو کر ناچیز کمائی پیش کر دی تو کمال اخلاص کی وجہ سے وہی کھجوریں چندے کی دیگر اشیاء کے ڈھیر کے اوپر پھیلا دیں۔ تاکہ بہ نسبت ظاہر ہو۔

آپ نے انفاق اور تقسیم دولت کا خدائی نظریہ اسلام کے احکامات میراث سے بخوبی ظاہر ہے۔ بڑی سے بڑی املاک

اور کثیر سرمایہ چند پشتوں بلکہ دو پشتوں تک تقسیم ہو جاتا ہے۔

رضاکارانہ تقسیم سے ہٹ کر اپنے نقد مال پر ڈھائی فیصد کے حساب سے ادائیگی کو زکوٰۃ کے نام سے فرض قرار دیا۔ اور مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد کو روا رکھا گیا۔ پھر اس زکوٰۃ سے آگے نقد رقوم کے علاوہ فیس۔ زرعی پیداوار۔ مال تجارت عمارات۔ باغات اور زیورات کے علاوہ اونٹ۔ بھیڑ۔ بکری۔ گائے وغیرہ مال مویشی کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔

اس مختصر احوال سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اسلام کا نظریۂ معیشت کیا ہے۔ مختصراً یوں سمجھیئے کہ جہاں تمام غیر اسلامی نظریات و اصول محض دولت حاصل کرنے کے درپے ہیں وہاں اسلام کا اولین تقاضہ یہ ہے کہ دولت کو ہر رنگ میں سوسائٹی کے دیگر افراد پر خرچ کر دیا جائے اور اسے مرغوب و پسندیدہ چیز سمجھ کر گن گن کر اور سنبھال کر نہ رکھا جائے لیکن اس سے یہ تصور نہ کر لیا جائے کہ اسلام کا الگ کوئی۔۔ معاشی نظام ہی نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے جس تفصیل اور جزئیات تک کا ذکر کر دیا ہے۔ اور جس طرح اسے ایک الگ علم بنا دیا ہے، دوسرے اس کی گرد راہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

ہم نے سوشلزم، مارکسزم۔ لینن۔۔ اور انیجلز کے نظریات بھی دیکھے ہیں۔ وہ انتہائی ذلیل کن، انسانیت کش، خلاف ضمیر انسانی اور آزادیٔ فکر و عمل کے خلاف ایک گھناؤنی سازش کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام کے تحت جمہوری اقدار کی تشہیر کرنے والے ممالک بھی اسلام کے مقابلہ میں کوئی ٹھوس لائحہ عمل پیش نہیں کر سکے۔ بلکہ اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو دونوں کی غرض و غایت مفاد پرستی اور استحصال پر مبنی ہے۔ اور انسانیت عظمیٰ کی دینی و روحانی سربلندی کے لیے ان کے ہاں کوئی پیغام نہیں۔ اس تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہے، کسی آئندہ صحبت میں ان شاء اللہ اس پر گفتگو ہو گی۔

مسلمانوں کی نسلِ نو کو موجودہ یورپین اقتصادی نظام یا روسی اور چینی سوشلزم اور اپنے ہاں کے روٹی کپڑا اور مکان کے نعروں سے قطعاً متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔ ان کی حقیقت ایک سراب بلکہ ایک خوبصورت اژدہے سے زیادہ نہیں ہے۔

اس مالی لوٹ کھسوٹ اور زردار ی و زر اندوزی سے فتنہ و شر کے ہزاروں چشمے پھوٹتے ہیں۔ یہ خودغرضی کی انتہائی گھناؤنی شکل ہے۔ اس نے بھائی سے بھائی بلکہ باپ تک کو عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑا کیا ہے۔ اور اکثر مواقع پر تو قتل و خون ریزی تک نوبت پہنچی ہے تاکہ کسی نہ کسی طرح دولت اور زمین حاصل کی جا سکے۔ معاشرہ کے موجودہ شرمناک جرائم تقریباً اسی فیصدی اسی۔۔۔۔۔۔ اقتصادیات کی وجہ سے وقوع پذیر ہو رہے ہیں ہر شخص کا مطمع نظر بلا امتیاز حلال و حرام اور جائز و ناجائز مال کا اکٹھا کرنا ہے۔ موجودہ بے روزگاری سمو ذخیرہ اندوزی (باقی بر صفحہ آخر)